Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627

Vol. 4 No. 2 (2026)

The Role of Saraya in the Defensive and Administrative Organization of the State of Madinah: An Analytical Study of the Prophetic Era

ریاستِ مدینہ کے دفاعی و انتظامی نظام میں سرایا کا کردار: عہدِ نبوی ﷺ کا تجزیاتی مطالعہ

[1]**Muhammad Imran Iqbal**
[2]**Kashif Shafeeq**
[3]**Muhammad Salman**
[4]**Syed Anas Shah**

[1]MS Scholar, Islamic Business & Finance, Riphah International University, Pakistan. imraniqballashari@gmail.com

[2]PhD Research Scholar, Islamic Studies (Dawah and Islamic Culture), International Islamic University Islamabad. mkashifrajpoot80@gmail.com

[3]M.phlil Scholar, Islamic thought and civilization, University of Management & Technology Lahore. salmanslu700@gmail.com

[4]MS Research Scholar, Islamic Studies (Hadith and it's Sciences), International Islamic University Islamabad. Syedanass620@gmail.com

Abstract

This study examines the role of the Saraya, the military expeditions dispatched by the Prophet Muhammad ﷺ without his personal participation, in the defensive and administrative organization of the State of Madinah. Classical Sirah and Maghazi works generally narrate the Saraya as separate chronological episodes, leaving their collective institutional function less analyzed. The study therefore asks what role the Saraya played in shaping the defensive and administrative structure of the Madinan state. Using a historical-analytical method and drawing on primary sources of Sirah, Maghazi, and Hadith, it first clarifies the lexical and technical meaning of sariyya and its distinction from ghazwa and ba'th, then analyzes selected expeditions in terms of their objectives, command structure, and operational functions. The findings indicate that the Saraya were not limited to armed engagement; depending on context, they served preventive defense, reconnaissance and information gathering, rapid response, da'wah, and contact with local leaders. The appointment of commanders, the issuing of specific instructions, adherence to ethical and treaty-based restrictions, and the flow of information between the center and field units point to an organized practice. At the same time, the study stresses that the Saraya did not share a uniform purpose; their functions varied with historical circumstances. It concludes that the Saraya were an important practical instrument through which the central leadership deployed limited forces for defined aims, and that their organization offers general principles, rather than directly transferable institutional models, for modern reflection on defense, command, information, and ethical restraint.

Keywords: State of Madinah; Saraya; Defensive Organization; Administrative Organization; Prophetic Era; Military Leadership; Information Gathering and Reconnaissance; Sirah

Article Details:

Received on 02 Jan, 2026
Accepted on 29 Jan, 2026
Published on 04 Feb, 2026

Corresponding Authors*

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.23084336

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN Print ISSN
3006-4635 3006-4627
Vol. 4 No. 2 (2026)

تمہید

ہجرتِ مدینہ کے بعد ریاستِ مدینہ کے قیام کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کو ایک ایسے معاشرتی و ریاستی نظام کی تشکیل کا سامنا تھا جس میں داخلی استحکام، بیرونی خطرات سے تحفظ اور مختلف نوعیت کے ریاستی معاملات کی نگرانی ایک دوسرے سے مربوط تھے۔ نئی ریاست کو ایک جانب قریشِ مکہ کی مخالفت اور مسلح ردِعمل کے امکانات کا سامنا تھا، تو دوسری جانب مدینہ کے اطراف میں آباد قبائل کے ساتھ تعلقات کی نوعیت بھی غیر متعین تھی۔ ایسے ماحول میں عسکری مہمات ریاست کے دفاعی نظام کا ایک اہم ذریعہ بنیں۔ ان مہمات کی دو نمایاں صورتیں تھیں: غزوات، جن میں رسول اللہ ﷺ بذاتِ خود شریک ہوئے، اور سرایا، جنہیں آپ ﷺ نے اپنی براہِ راست شرکت کے بغیر مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قیادت میں مخصوص مقاصد کے لیے روانہ فرمایا۔ اس مقالے کا موضوع یہی دوسری صورت، یعنی سرایا، ہے۔

سرایا کا مطالعہ محض عسکری واقعات کی فہرست کے طور پر کافی نہیں، بلکہ ان کے ذریعے عہدِ نبوی ﷺ کے دفاعی اور انتظامی نظام کے بعض عملی پہلوؤں کو سمجھا جا سکتا ہے۔ مختلف مہمات کے لیے افراد کا انتخاب، قیادت کا تقرر، دستوں کی تشکیل، مخصوص ہدایات کا اجرا اور واپسی کے بعد اطلاع کا نظام اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سرایا ایک منظم ریاستی ضرورت کے تحت تشکیل پانے والی سرگرمیاں تھیں۔ تاہم ہر سریہ کا مقصد یکساں نہیں تھا۔ بعض میں دفاعی پیش بندی غالب تھی، بعض میں اطلاعات کا حصول، اور بعض میں دعوتی یا سفارتی پہلو نمایاں تھا۔ اس لیے ان کے مقاصد اور کردار کا تعین کسی عمومی مفروضے کی بنیاد پر نہیں، بلکہ ہر واقعے کے تاریخی سیاق اور مستند روایات کی روشنی میں کرنا ضروری ہے۔ یہی تحقیقی احتیاط اس مطالعے کے منہج کی بنیاد ہے۔

سیرت کی روایتی کتب میں سرایا عموماً زمانی ترتیب کے ساتھ الگ الگ واقعات کی صورت میں بیان ہوتے ہیں، جن میں امیر، افرادِ دستہ، مقام اور نتیجے کا ذکر نمایاں رہتا ہے۔ اس انداز میں ان کے باہمی ربط اور ریاستی نظام میں ان کے مجموعی کردار کا تجزیہ نسبتاً کم سامنے آتا ہے۔ اس مطالعے کا مسئلہ یہی ہے کہ سرایا کو انفرادی واقعات کے بجائے ریاستِ مدینہ کے دفاعی و انتظامی ڈھانچے کے تناظر میں سمجھا جائے۔

اس تحقیق کا بنیادی سوال یہ ہے کہ سرایا نے ریاستِ مدینہ کے دفاعی اور انتظامی ڈھانچے کی تشکیل میں کیا کردار ادا کیا؟ اس سوال کی روشنی میں اس مطالعے کے مقاصد یہ ہیں کہ سریہ کے مفہوم اور

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627
Vol. 4 No. 2 (2026)

اس سے متعلق بنیادی اصطلاحات کو کتبِ لغت و سیرت کی روشنی میں واضح کیا جائے؛ منتخب سرایا کے مقاصد اور نوعیت کا تجزیہ کیا جائے؛ سرایا میں قیادت، کمان اور اطلاعاتی نظام کے خدوخال متعین کیے جائیں؛ عسکری کارروائی سے متعلق اخلاقی و معاہداتی ضوابط کی نشان دہی کی جائے؛ اور ریاستِ مدینہ کے دفاعی و انتظامی نظام میں سرایا کے مجموعی کردار کا تعین کیا جائے۔

اس تحقیق میں تاریخی و تحلیلی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ تاریخی منہج کے تحت سرایا کے واقعات کو ان کے زمانی و جغرافیائی سیاق میں دیکھا گیا ہے، جبکہ تحلیلی منہج کے ذریعے ان واقعات سے ریاستی نظام، قیادت، اطلاعات اور ضوابط سے متعلق نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔ مطالعے میں سیرت، مغازی اور حدیث کے بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے، اور جہاں روایات میں اختلاف پایا گیا وہاں اس کی نشان دہی کی گئی ہے۔

سریہ کا مفہوم اور اصطلاحی تعین

سریہ (السریۃ) کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے اہلِ لغت نے متعدد پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ عبد الحفیظ بلیاوی کے مطابق "السریۃ" سین کی زبر، راء کی زیر اور یاء کی تشدید کے ساتھ چھوٹے فوجی گروہ یا دستے کو کہا جاتا ہے۔

[1] ابو الفتح عزیزی نے "مفتاح اللغات" میں سریہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ دستہ فوج کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور تیر کے چھوٹے اور گول پھل کو بھی سریہ کہا جاتا ہے، اس کی جمع "سرایا" ہے۔[2]

ابن منظور نے "لسان العرب" میں سریہ کی تعداد کے حوالے سے لکھا ہے کہ سریہ پانچ سے تین سو افراد تک کو کہا جاتا ہے، جبکہ بعض اہلِ لغت کا قول ہے کہ یہ چار سو افراد تک ہوتا ہے۔ سریہ دراصل لشکر کے ایک حصے کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "خیر السرایا أربع مائۃ رجل" یعنی بہترین سریہ چار سو افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔[3]

سریہ کو سریہ کہنے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ سریہ اصل میں "فعیلۃ" بمعنی "فاعلۃ" ہے، اسے سریہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ رات کو خفیہ چلتے تھے تاکہ

[1]عبد الحفیظ بلیاوی ابو الفضل، مصباح اللغات (لاہور: الفلاح پبلشرز، جولائی 1999ء)، ص 371

[2]ابو الفتح عزیزی، مفتاح اللغات (کراچی: محمد سعید اینڈ سنز، 2007ء)، ص 375۔

[3]ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم بن علی بن احمد، لسان العرب (بیروت: دار صادر، 1410ھ)، 14: 382۔

دشمن کو ان کے بارے میں پتہ نہ چلے اور وہ تیاری نہ کر لیں۔[4] مسعودی نے "التنبیہ والاشراف" میں نقل کیا ہے کہ جو رات کو نکلے اسے سریہ کہتے ہیں اور جو دن کو نکلے اسے سارب کہتے ہیں[5]، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ[6]

ترجمہ: اور جو رات میں چھپا ہے اور جو دن میں راہ چلتا ہے۔[7]

ابن اثیر نے سریہ کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سریہ لشکر کا وہ حصہ ہے جو چار سو تک ہو اور اسے دشمن کی طرف بھیجا جائے، اس کی جمع سرایا ہے۔[8]ابن اثیر نے وجہ تسمیہ کے حوالے سے ایک قول نقل کیا ہے کہ سریہ ماخوذ ہے "الشَّیُ السری" سے جس کا معنی نفیس ہے، کیونکہ بھیجے جانے والے افراد لشکر کے بہترین افراد ہوتے ہیں، اس لیے انہیں سریہ کہا جاتا ہے۔ تاہم ابن اثیر نے خود اس قول کو درست نہیں قرار دیا کیونکہ سریہ کا لام کلمہ یاء ہے جبکہ "سر" کا لام کلمہ را ہے۔[9]

محدثین اور سیرت نگاروں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ اکثر جس لشکر میں نبی کریم ﷺ خود شریک ہوتے ہوں اسے غزوہ کہتے ہیں اور جس میں آپ ﷺ بذات خود شریک نہ ہوئے ہوں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھیجا ہو اسے سریہ کہتے ہیں۔[10] اس سلسلے میں حدیث طیبہ میں ہے:

بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ[11]

نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا۔

اگرچہ محدثین و سیرت نگاروں کا عمومی طریقہ یہ ہے کہ جس لشکر میں نبی ﷺ شریک ہوں اسے غزوہ اور جس میں نہ ہوں اسے سریہ کہا جائے، تاہم بعض اوقات بعض سرایا پر بھی غزوہ کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سریہ رجیع کو "خصائص" میں غزوہ رجیع

[4]علامہ وحید الزمان، لغات الحدیث (کراچی: میر محمد کتب خانہ، مرکز علم و ادب، 2015ء)، 2: 38۔

[5]ابو الحسن علی بن الحسین السعودی، التنبیہ والاشراف(مصر:دار الکتب العلمیۃ ،1957ھ -1938م)، ص: 279۔

[6]سورۃ یونس، 10: 13

[7]کنز الایمان، ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور: حماد کمپنی، 2021ء)، القرآن، 13:10۔

[8]ابن اثیر ابو السعادات المبارک بن محمد، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1413ھ)، 2: 363۔

[9]ایضاً۔

[10]ایضاً۔

[11]محمد بن اسماعیل البخاری ،الجامع الصحیح ، کتاب المغازی، باب السریۃ التی قبل نجد (بیروت:دار قلم ،1401ھ)، رقم الحدیث:4338۔

قرار دیا ہے، اسی طرح سریہ سیف البحر کو غزوہ سیف البحر قرار دیا ہے۔ غزوہ موتہ بھی دراصل سریہ تھا جبکہ اسے غزوہ کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔[12]

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو سریہ سے جدا ہو اسے بعث کہتے ہیں۔[13]

"فقہ اللغۃ" میں فوجی اصطلاحات کی درجہ بندی اس طرح بیان کی گئی ہے:

تعداد	اصطلاح
سب سے چھوٹا لشکر	جریدہ
چھوٹا دستہ	سریہ
400 سے 1000 تک	کتیبہ
1000 سے 4000 تک	جیش / فلیق / محفل
4000 سے 12000 تک	خمیس
عام لفظ، سب پر اطلاق ہوتا ہے	عسکر[14]

سریہ کی تعداد میں اختلاف روایات

سریہ کی تعداد کے حوالے سے اہلِ لغت اور محدثین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے:

کتاب	تعداد
القاموس المحیط[15]	5 سے 300 تک
فقہ اللغۃ[16]	50 سے 400 تک
فتح الباری[17]	100 سے 500 تک
النھایۃ[18]	400 تک
لسان العرب[19]	5 سے 300 یا 400 تک

[12] علی بن برہان الدین الحلبی، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (مصر: مطبعۃ الازھر، الطبعۃ الثالثۃ، 1351ھ/1932م)، 3: 134۔
[13] ابن حجر، فتح الباری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1971ء)، 8: 65۔
[14] ابو منصور ثعالبی، فقہ اللغۃ وسر العربیۃ، ص 219-220۔
[15] مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، القاموس المحیط (بیروت: دار الکتب العربی، 2011ء)، ص 50۔
[16] ابو منصور ثعالبی، عبدالملک بن محمد اسماعیل، فقہ اللغۃ وسر العربیۃ (بیروت: مکتبہ احیاء التراث العربی، الطبعۃ الاولیٰ، 1422ھ/2002م)، ص 219-220۔
[17] احمد بن علی عسقلانی المعروف ابن حجر، فتح الباری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1971ء)، ص 618۔
[18] ابن اثیر، النھایۃ، 2: 363۔
[19] ابن منظور، لسان العرب، 14: 382۔

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635 Print ISSN 3006-4627

Vol. 4 No. 2 (2026)

زرقانی نے "شرح مواہب اللدنیہ" میں لکھا ہے کہ محدثین اور اہلِ سیر کا یہی طریقہ رہا ہے۔[20]

سرایا کے مقاصد

سرایا کے مقاصد کو سمجھنے کے لیے عہدِ نبوی ﷺ کے دفاعی نظام کے بنیادی اصولوں کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ قرآن مجید نے جنگ کے معاملے میں ایک طرف دفاعی ضرورت کو تسلیم کیا اور دوسری طرف تعدی سے ممانعت کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [21]

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔[22]

اسی طرح قرآن مجید نے ان لوگوں کے حق میں قتال کی اجازت کا ذکر کیا جن پر ظلم کیا گیا اور جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ [23]

ترجمہ: پروانگی (اجازت) عطا ہوئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں اس بناء پر کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ اُن کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔ وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ اُنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔[24]

اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ اسلامی جنگی نظام میں دفاع، ظلم کے ازالے اور تعدی سے اجتناب بنیادی حدود میں شامل تھے۔

اسی قرآنی تناظر میں عہدِ نبوی ﷺ کے سرایا کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی نوعیت کو محض ایک عمومی جنگی سرگرمی کے طور پر دیکھنا کافی نہیں ہوگا، بلکہ ہر سریہ کے مخصوص تاریخی سیاق، مقصد، ہدایات اور عملی نتیجے کو الگ سے دیکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس تحقیق میں سرایا کے مقاصد کا تعین عمومی نظریاتی دعووں کی بنیاد پر نہیں بلکہ متعلقہ تاریخی روایات اور مصادرِ سیرت و مغازی کی روشنی میں کیا جائے گا۔

عسکری اقدام کے ساتھ جنگ کی حدود اور اس کے مقصد کو بھی اہمیت حاصل تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دشمن سے محض جنگ کی خواہش رکھنے سے منع فرمایا اور عافیت طلب کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

---

[20] الزرقانی، محمد بن عبدالباقی، شرح مواہب اللدنیہ (لاہور: فرید بک سٹال، مئی 2004ء)، 1: 387۔

[21] قرآن مجید، البقرۃ 2:190۔

[22] کنز الایمان ،ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، القرآن، 2: 190۔

[23] قرآن مجید، الحج 22 :39–40۔

[24] کنز الایمان ،ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، القرآن،22:40،39 ۔

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627
Vol. 4 No. 2 (2026)

أيها الناس لا تمنوا لقاء العدو، وسلوا الله العافية، فإذا لقيتموهم فاصبروا[25]

ترجمہ: اے لوگو! دشمن کے ساتھ جنگ کی خواہش اور تمنا دل میں نہ رکھا کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے امن وعافیت کی دعا کیا کرو، البتہ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو ہی جائے تو پھر صبر واستقامت کا ثبوت دو۔

یعنی دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو، اللہ سے عافیت مانگو، اور جب مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ اس ہدایت سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ عسکری کارروائی محض جنگی رغبت کی بنیاد پر نہیں بلکہ مخصوص حالات اور ضرورت کے تحت منظم کی جاتی تھی۔

اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک شخص مالِ غنیمت، دوسرا شہرت اور تیسرا اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے، تو ان میں اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله۔[26]

ترجمہ: جو کلمۃ اللہ کی بلندی کیلئے جنگ لڑے گا وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ لڑنے والا ہے۔

اس سے عسکری اقدام کے اخلاقی مقصد اور نیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ تاہم ان عمومی نصوص کو سرایا کے مخصوص مقاصد قرار دینے کے بجائے ان کے جنگی و اخلاقی اصول کے طور پر سمجھنا زیادہ درست ہوگا؛ سرایا کے عملی مقاصد کا تعین متعلقہ تاریخی روایات کی روشنی میں کیا جائے گا۔

ریاستِ مدینہ کے دفاعی نظام میں سرایا کا کردار

ریاستِ مدینہ کے دفاعی نظام میں سرایا کا ایک نمایاں کردار ممکنہ خطرات کی پیش بندی اور دشمن کی عسکری سرگرمیوں کا سدباب تھا۔ بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ کو کسی قبیلے کی طرف سے مدینہ یا مسلمانوں کے خلاف عسکری تیاری کی اطلاع ملتی تو اس خطرے کا انتظار کرنے کے بجائے ایک محدود عسکری دستہ روانہ کیا جاتا۔ سریۂ ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو بنو اسد کی طرف بھیجے جانے کا واقعہ اسی نوعیت کی مثال ہے، جہاں دشمن کی جمعیت کی اطلاع ملنے پر مسلمانوں کا دستہ روانہ ہوا اور مخالفین منتشر ہوگئے۔[27] اسی طرح ذات السلاسل کے واقعے میں بھی ایک ممکنہ خطرے کی اطلاع کے بعد عسکری مہم روانہ کیے جانے کا ذکر ملتا ہے۔[28]

---

[25] البخاری ،الجامع الصحیح ، کتاب الجہاد والسیر ، رقم الحدیث:3025۔

[26] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، حدیث 2810۔

[27] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، ج 2 (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1960ء)، 50۔

[28] اسماعیل بن عمر ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ (بیروت: مکتبۃ المعارف، 1410ھ/1990ء)، 4: 273۔

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635 Print ISSN 3006-4627
Vol. 4 No. 2 (2026)

اس دفاعی نظام کا ایک اہم پہلو اطلاعات کا حصول اور دشمن کی نقل و حرکت کی نگرانی تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے وقت رسول اللہ ﷺ نے انہیں تحریری ہدایت دی کہ مکہ اور طائف کے درمیان واقع مقام پر پہنچ کر قریش کی نگرانی کریں اور ان کی خبریں حاصل کر کے مدینہ کو مطلع کریں:

فسیر واحتی تنزل نخلة بین مکة والطائف فترصد بها قریشا وتعلم لنا من اخبارهم[29]

ترجمہ: چلتے رہو یہاں تک کہ محلہ جو کہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ وہاں جا ٹھہرو اور قریش کی دیکھ بھال کرتے رہو اور ہمیں ان کی خبریں دو۔

اس ہدایت سے واضح ہوتا ہے کہ بعض سرایا کا بنیادی کام براہِ راست جنگ نہیں بلکہ دشمن کی سرگرمیوں کے بارے میں قابل عمل معلومات حاصل کرنا تھا۔ اس طرح سرایا ریاستی فیصلہ سازی کے لیے میدانی اطلاعات فراہم کرنے کا ذریعہ بھی تھے۔

دفاعی سرایا کا دوسرا پہلو حملے یا خطرے کے بعد فوری جوابی کارروائی تھا۔ ذی القصہ اور بعض دیگر مقامات سے متعلق روایات میں دشمن کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف تیاری یا حملے کی اطلاع کے بعد عسکری دستوں کی روانگی کا ذکر ملتا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ کی دفاعی حکمتِ عملی محض مرکزی فوج کی ایک جگہ موجودگی پر منحصر نہیں تھی، بلکہ ضرورت کے مطابق مختلف سمتوں میں محدود دستے بھیجے جا سکتے تھے۔[30]

اسی دفاعی نظام میں تجارتی راستوں کی نگرانی بھی ایک اہم پہلو تھا۔ ابتدائی دور کے بعض سرایا قریش کے تجارتی قافلوں کی سمت میں روانہ ہوئے، اگرچہ بعض مواقع پر باقاعدہ قتال پیش نہیں آیا۔ سیف البحر اور خرار کی مہمات میں یہی صورت سامنے آتی ہے کہ مسلمان دستے مقررہ مقام تک پہنچے، مگر قافلہ پہلے گزر چکا تھا یا باقاعدہ جنگ کی نوبت نہیں آئی۔[31] ان واقعات کو صرف اقتصادی مفاد کے تناظر میں دیکھنے کے بجائے قریش کی عسکری و تجارتی نقل و حرکت کی نگرانی اور مدینہ کے خلاف ممکنہ دباؤ کے مقابلے کی حکمتِ عملی کے ضمن میں سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔

اس طرح سرایا نے ریاستِ مدینہ کے دفاعی نظام میں پیش بندی، اطلاعاتی نگرانی، فوری ردِ عمل اور بیرونی علاقوں میں خطرات کی مانیٹرنگ کے مختلف فرائض انجام دیے۔ ان مہمات کی

---

[29] عبد الملک بن هشام ،السیرة النبویة ،(بیروت: دار کتب العلمیة ،1422 ھ) ، 2: 252۔

[30] ابن ہشام، السیرة النبویة، 2: 252۔

[31] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، 3: 6؛ ابن کثیر، البدایة والنهایة، 3:234۔

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.23084336

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN Print ISSN
3006-4635 3006-4627
Vol. 4 No. 2 (2026)

اہمیت صرف ان کے جنگی نتائج میں نہیں بلکہ اس انتظامی صلاحیت میں بھی تھی کہ مرکزی قیادت ضرورت کے مطابق محدود اور مخصوص مقاصد کے لیے مختلف علاقوں میں دستے بھیج سکتی تھی۔

ریاستِ مدینہ کے انتظامی نظام میں سرایا کا کردار

سرایا کا کردار صرف عسکری مقابلے تک محدود نہیں تھا، بلکہ بعض مہمات میں قیادت، ہدایات، اطلاعات، دعوت اور سفارتی رابطے بھی شامل تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مختلف علاقوں میں بھیجے جانے والے دستوں کو محض جنگی قوت کے طور پر نہیں بلکہ مخصوص ذمہ داریوں کے حامل منظم وفود کے طور پر بھی استعمال فرماتے تھے۔

سرایا کے انتظامی کردار کا دوسرا نمایاں پہلو مرکزِ مدینہ کو مسلسل اطلاعات فراہم کرنا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی مہم میں قریش کی نقل و حرکت کی خبر لانے کی واضح ہدایت اس کی مثال ہے۔[32] اس نوعیت کی مہمات سے مرکزی قیادت کو دور دراز علاقوں کے حالات سے باخبر رہنے اور آئندہ فیصلوں کے لیے معلومات حاصل کرنے میں مدد ملتی تھی۔

اسی طرح بعض مہمات میں دعوتی یا سفارتی رابطہ بھی شامل تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی مہم کو اسی تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے، جہاں انہیں ایک مقامی قائد سے رابطے اور گفت و شنید کے لیے بھیجا گیا۔[33] اس سے یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ سرایا ریاستی نظام میں صرف طاقت کے استعمال کا ذریعہ نہیں تھے، بلکہ بعض حالات میں رابطہ، مذاکرات اور دعوت کے لیے بھی استعمال ہوتے تھے۔

یوں سرایا کے انتظامی کردار میں امیر کا تقرر، واضح احکامات، اطلاعات کی ترسیل، دعوتی و سفارتی ذمہ داریاں اور عسکری اخلاق کی پابندی نمایاں عناصر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ یہی عناصر سرایا کو محض جنگی دستوں کے بجائے ریاستِ مدینہ کے وسیع تر نظام کا ایک عملی جزو بناتے ہیں۔

تجزیاتی بحث: سرایا اور ریاستی نظام کی تشکیل

مذکورہ تاریخی شواہد کے تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ کے سرایا کو صرف متفرق عسکری مہمات کے طور پر دیکھنا ان کے ریاستی کردار کی مکمل تفہیم فراہم نہیں کرتا۔ مختلف سرایا کے مقاصد،

[32] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 2: 252۔
[33] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، 2: 96۔

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635 Print ISSN 3006-4627
Vol. 4 No. 2 (2026)

قیادت، ہدایات اور عملی ذمہ داریوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہمات ریاستِ مدینہ کے دفاعی نظام کے ساتھ ساتھ اطلاعاتی، انتظامی اور خارجی تعامل کے بعض پہلوؤں سے بھی وابستہ تھیں۔ تاہم ان کے کردار کو یکساں قرار دینا درست نہیں؛ ہر سریہ اپنے مخصوص تاریخی سیاق، دستیاب اطلاعات اور متعین مقصد کے مطابق مختلف ذمہ داری ادا کرتا تھا۔ اسی بنا پر سرایا کی ریاستی اہمیت کو ان کے مجموعی شواہد اور مختلف النوع ذمہ داریوں کے تناظر میں سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔

دفاعی پیش بندی اور خطرات کا تدارک

بعض سرایا ایسے حالات میں روانہ کیے گئے جب رسول اللہ ﷺ کو کسی علاقے یا قبیلے کی طرف سے ممکنہ عسکری خطرے کی اطلاعات موصول ہوئی تھیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاستِ مدینہ کا دفاعی نظام صرف وقوع پذیر حملے کے بعد ردِعمل تک محدود نہیں تھا، بلکہ دستیاب اطلاعات کی بنیاد پر ممکنہ خطرے کا جائزہ لے کر مناسب اقدام بھی کیا جاتا تھا۔ بنو اسد اور ذات السلاسل سے متعلق مہمات اس نوعیت کی مثالیں فراہم کرتی ہیں، جہاں مخالفانہ سرگرمیوں یا جمعیت کی اطلاعات کے بعد مسلمانوں کی طرف سے محدود عسکری دستے روانہ کیے گئے۔[34]

یہاں یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس نوعیت کی کارروائی کو جدید اصطلاح میں کسی مخصوص دفاعی نظریے کے عین مطابق قرار دینے کے بجائے اسے عہدِ نبوی ﷺ کے تاریخی و عسکری سیاق میں سمجھنا چاہیے۔ بنیادی نکتہ یہ ہے کہ سرایا نے مرکزی قیادت کو مختلف علاقوں میں پیدا ہونے والے ممکنہ خطرات کے مقابلے میں محدود اور فوری اقدام کی صلاحیت فراہم کی۔

اطلاعاتی نگرانی اور ریاستی فیصلہ سازی

سرایا کا ایک اہم کردار اطلاعات کے حصول اور حالات کی نگرانی سے متعلق تھا۔ عبداللہ بن جحشؓ کی مہم اس سلسلے میں خاص اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قریش کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور ان کے حالات سے متعلق معلومات حاصل کرکے مدینہ کو مطلع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ روایت میں الفاظ ہیں: فترصد بها قريش وتعلم لنا من أخبارهم۔[35]

یہ ہدایت اس امر کی واضح مثال ہے کہ بعض سرایا کا مقصد براہِ راست عسکری تصادم نہیں بلکہ میدانی اطلاعات کا حصول بھی تھا۔ اس سے یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ سرایا مرکزی قیادت اور بیرونی

---

[34] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، 2 : 50 ۔ اسماعیل بن عمر ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 4: 273۔
[35] عبد الملک بن ہشام ،السیرۃ النبویۃ ، 2: 252۔

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.23084336

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635 Print ISSN 3006-4627

Vol. 4 No. 2 (2026)

علاقوں کے درمیان اطلاعاتی رابطے کا ذریعہ تھے۔ اس طرح حاصل ہونے والی معلومات آئندہ دفاعی فیصلوں کے لیے اہم ہوسکتی تھیں۔ چنانچہ سرایا کے کردار کو صرف جنگی کارروائی تک محدود کرنے کے بجائے انہیں ریاستی معلوماتی نظام کے ایک عملی وسیلے کے طور پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

قیادت، اختیار اور ذمہ داری کا نظام

سرایا کے مطالعے سے ریاستی عسکری قیادت کے ایک منظم پہلو کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ مختلف مہمات کے لیے مخصوص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو امیر مقرر کیا جاتا اور انہیں مہم کے مقصد، طریقۂ عمل اور بعض صورتوں میں اخلاقی حدود سے متعلق واضح ہدایات دی جاتیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکری ذمہ داری محض افراد کو روانہ کرنے تک محدود نہیں تھی بلکہ اسے قیادت اور متعین اختیار کے ساتھ مربوط کیا جاتا تھا۔

دومۃ الجندل کی مہم میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امارت اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جنگی اخلاقیات سے متعلق ہدایات اس پہلو کی نمایاں مثال ہیں۔[36] اس واقعے سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ مہم کے قائد کو عملی ذمہ داری سونپنے کے ساتھ اس کے اختیار کے اخلاقی دائرے کی بھی وضاحت کی جاتی تھی۔ یوں سرایا کے نظام میں قیادت، ذمہ داری اور ضابطۂ عمل باہم مربوط عناصر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

عسکری کارروائی، دعوت اور خارجی تعامل

ریاستِ مدینہ کے خارجی نظام کو صرف عسکری سرگرمیوں تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔ عہدِ نبوی ﷺ میں قبائل اور مختلف سیاسی اکائیوں کے ساتھ دعوت، مذاکرات، معاہدات اور دیگر روابط بھی جاری رہے۔ بعض سرایا کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکری موجودگی اور غیر عسکری تعامل بعض مواقع پر ایک دوسرے سے الگ نہیں تھے۔

دومۃ الجندل کی مہم اس کی ایک واضح مثال ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جانے والے دستے کے بارے میں روایت ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد اہلِ علاقہ کو اسلام کی دعوت دی گئی اور مقامی سربراہ کے ساتھ معاملہ بھی ہوا۔[37] اس واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض

---

[36] عماد الدين ابو الفداء ابن كثير الدمشقي ،البداية النهاية ، تحقیق: ڈائریکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن (ترکی، دار ہجر، طبع اول 1417 ھ)، 6: 6 تا 7

[37] ایضاً

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635 Print ISSN 3006-4627

Vol. 4 No. 2 (2026)

سرایا میں عسکری ذمہ داری کے ساتھ دعوتی اور مقامی قیادت سے تعامل کا پہلو بھی موجود تھا۔ تاہم اس بنیاد پر تمام سرایا کو دعوتی یا سفارتی مہمات قرار دینا درست نہیں ہوگا؛ یہ وصف صرف ان مہمات سے متعلق ہے جہاں تاریخی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔

معاہداتی اور اخلاقی ضوابط

سرایا کے ریاستی کردار کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ عسکری اختیار کو اخلاقی اور معاہداتی حدود کے ساتھ مربوط رکھا گیا۔ قرآن مجید عہد و پیمان کی پابندی اور خیانت سے اجتناب کی ہدایت دیتا ہے، جبکہ اگر کسی فریق کی طرف سے عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو خفیہ طور پر عہد توڑنے کے بجائے واضح طور پر اس کے معاہدے سے دست برداری کا حکم دیا گیا ہے۔[38] اسی طرح اگر مخالف فریق صلح کی طرف مائل ہو تو صلح اختیار کرنے کی گنجائش بھی بیان کی گئی ہے۔[39]

رسول اللہ ﷺ کی جنگی ہدایات میں غیر محاربین کے تحفظ کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ بچوں کے قتل سے ممانعت کی روایات اس امر کی واضح مثال ہیں کہ عسکری کارروائی کو غیر متعلق افراد کے خلاف بلا امتیاز تشدد میں تبدیل نہیں کیا جانا چاہیے۔[40] ان عمومی قرآنی و نبوی ہدایات کی روشنی میں سرایا کو محض عسکری قوت کے استعمال کی صورت کے طور پر دیکھنے کے بجائے ایسے منظم دستوں کے طور پر سمجھنا زیادہ مناسب ہے جن کی کارروائی اخلاقی حدود اور عہد و پیمان سے متعلق شرعی اصولوں کے تابع تھی۔

مرکزی قیادت اور میدانی عمل کے درمیان رابطہ

سرایا کے نظام میں مرکزی قیادت اور میدان کے درمیان دو طرفہ تعلق بھی نمایاں ہوتا ہے۔ ایک طرف رسول اللہ ﷺ کی جانب سے امیر کا تقرر، مہم کا مقصد اور ضروری ہدایات متعین کی جاتی تھیں؛ دوسری طرف میدان میں موجود افراد حالات کا مشاہدہ کرتے، مطلوب معلومات حاصل کرتے اور اپنے تجربات و نتائج کو مرکزی قیادت تک پہنچاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی مہم میں قریش کے حالات سے متعلق معلومات حاصل کرکے مدینہ کو مطلع کرنے کی ہدایت اس رابطے کی واضح مثال ہے۔[41] اس سے معلوم ہوتا ہے

[38]سورۃ الأنفال، 8: 58

[39]سورۃ الأنفال، 8 :61:

[40] البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب قتل النساء في الحرب، رقم الحديث 3015.

[41]عبد الملک بن هشام، السيرة النبوية ، 2: 252۔

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.23084336

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN Print ISSN
3006-4635 3006-4627
Vol. 4 No. 2 (2026)

کہ سرایا مرکزی قیادت کے احکامات کو میدان تک پہنچانے کے ساتھ میدان سے حاصل ہونے والی معلومات کو مرکز تک منتقل کرنے کا ذریعہ بھی تھے۔ یوں ان کا کردار صرف نفاذِ حکم تک محدود نہیں بلکہ مرکزی ہدایت اور میدانی معلومات کے باہمی ربط تک پھیلا ہوا تھا۔

سرایا کی مجموعی ریاستی اہمیت

مذکورہ شواہد کے مجموعی تجزیے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ سرایا ریاستِ مدینہ کے دفاعی و انتظامی نظام میں ایک مخصوص اور منظم عملی وسیلہ تھے۔ ان کے ذریعے مرکزی قیادت مختلف علاقوں میں محدود عسکری قوت کو متعین مقاصد کے لیے استعمال کرسکتی تھی۔ ان مقاصد میں بعض مواقع پر ممکنہ خطرات کی نگرانی اور تدارک، بعض میں اطلاعات کا حصول، بعض میں فوری دفاعی ردِعمل اور بعض میں دعوت یا مقامی قیادت سے تعامل شامل تھا۔

اس تجزیے کا اہم پہلو یہ ہے کہ سرایا کی ریاستی اہمیت صرف ان کے عسکری نتائج میں نہیں بلکہ ان کے تنظیمی طریقۂ کار میں بھی مضمر تھی۔ امیر کا تقرر، مخصوص مقصد کا تعین، واضح ہدایات، اخلاقی و معاہداتی حدود اور مرکز و میدان کے درمیان اطلاعاتی رابطہ ایسے عناصر ہیں جو ان مہمات کو ریاستی نظام کے ساتھ مربوط کرتے ہیں۔ تاہم تاریخی شواہد کی بنیاد پر یہ کہنا زیادہ محتاط ہوگا کہ سرایا نے ریاستِ مدینہ کے دفاعی و انتظامی نظام کے بعض اہم عملی فرائض انجام دیے، نہ کہ یہ کہ وہ جدید مفہوم میں کسی مکمل مرکزی ادارے کی حیثیت رکھتے تھے۔

چنانچہ سرایا کا مطالعہ عہدِ نبوی ﷺ کے ریاستی نظام میں دفاع، اطلاعات، قیادت، رابطہ اور ضابطۂ عمل کے باہمی تعلق کو سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ فراہم کرتا ہے۔ یہی پہلو انہیں محض عسکری واقعات کے بجائے ریاستِ مدینہ کے عملی نظام کے مطالعے میں بھی اہم بناتا ہے۔

نتائج

اس مطالعے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1. سرایا کا ریاستی و دفاعی کردار۔ سرایا ریاستِ مدینہ کے دفاعی نظام کا باقاعدہ جزو تھے۔ انہیں مختلف حالات میں متعین مقاصد کے تحت روانہ کیا جاتا تھا۔ لہٰذا انہیں محض منفرد عسکری واقعات کے طور پر دیکھنا ان کے ادارہ جاتی اور ریاستی کردار کو محدود کر دیتا ہے۔
2. مقاصد میں تنوع۔ سرایا کے مقاصد یکساں نہیں تھے۔ بعض مہمات میں ممکنہ خطرات کی پیش بندی اور دفاعی ردِعمل غالب تھا، بعض میں دشمن کی نقل و حرکت اور

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN Print ISSN
3006-4635 3006-4627
Vol. 4 No. 2 (2026)

حالات سے متعلق اطلاعات کا حصول مقصود تھا، جبکہ بعض میں دعوتی، سفارتی اور مقامی روابط کا پہلو بھی نمایاں تھا۔

3. اطلاعاتی نگرانی کی اہمیت۔ اطلاعاتی نگرانی سرایا کے بنیادی کارکردوں میں شامل تھی۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو قریش کی نقل و حرکت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی صریح ہدایت اس کی نمایاں مثال ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرکزی قیادت دفاعی فیصلوں میں میدانی اطلاعات سے استفادہ کرتی تھی۔

4. قیادت و کمان کا منظم ڈھانچہ۔ سرایا میں قیادت و کمان کا واضح نظام موجود تھا۔ ہر مہم کے لیے مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کو امیر مقرر کیا جاتا اور انہیں مہم کے مقصد اور عملی حدود کے بارے میں ہدایات دی جاتیں۔

5. عسکری ذمہ داری سے وسیع تر انتظامی کردار۔ بعض مہمات میں دعوت، مذاکرات، مقامی قیادت سے رابطہ اور دیگر خارجی تعامل بھی شامل تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکری سرگرمی اور ریاستی خارجی نظام باہم مربوط تھے۔

6. اخلاقی و معاہداتی ضوابط کی پابندی۔ عسکری کارروائی اخلاقی اور معاہداتی ضوابط کے تابع تھی۔ عہد کی پاسداری، خیانت سے اجتناب، صلح کی گنجائش اور غیر محاربین کے تحفظ سے متعلق ہدایات اس بات کی دلیل ہیں کہ عسکری اختیار متعین حدود کے اندر استعمال ہوتا تھا۔

7. مرکز اور اطراف کے درمیان رابطے کا ذریعہ۔ سرایا مرکزی قیادت اور مختلف علاقوں کے مابین عملی رابطے کا وسیلہ تھے۔ مرکز کی سطح پر امیر اور مقصد کا تعین ہوتا، جبکہ میدان سے حالات اور اطلاعات مرکز تک پہنچتیں۔ یوں سرایا دفاعی نظام اور مرکزی فیصلہ سازی کے مابین عملی واسطہ تھے۔

عصرِ حاضر کے لیے رہنمائی

عہدِ نبوی ﷺ کے سرایا کو موجودہ ریاستی اداروں پر براہِ راست منطبق کرنا تاریخی اعتبار سے درست نہیں، کیونکہ دونوں کے سیاسی، سماجی اور تنظیمی سیاق مختلف ہیں۔ تاہم ان کے نظام سے بعض اصولی رہنمائی اخذ کی جا سکتی ہے۔ ان میں ذمہ داریوں کی واضح تقسیم، قیادت و کمان کا تعین، بروقت اطلاعات کی فراہمی، خطرات کی پیش بندی، مرکزی فیصلہ سازی اور کارروائی کے لیے واضح ضوابط شامل ہیں، جن کی اہمیت جدید دفاعی و انتظامی نظام میں بھی برقرار ہے۔ اسی طرح ریاستی طاقت کے استعمال کو قانونی و اخلاقی

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627
Vol. 4 No. 2 (2026)

حدود کا پابند رکھنا اور سفارتی و غیر عسکری ذرائع کو ریاستی حکمتِ عملی کا حصہ سمجھنا بھی عہدِ نبوی ﷺ کے مطالعے سے حاصل ہونے والی اہم اصولی رہنمائی ہے۔

خاتمہ

اس مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ سرایا عہدِ نبوی ﷺ میں محض جنگی دستے نہیں تھے، بلکہ مخصوص ریاستی مقاصد کے لیے ترتیب دی جانے والی منظم مہمات تھے۔ ان کی نوعیت اور ذمہ داریاں حالات کے مطابق بدلتی رہیں، تاہم ان میں دفاعی پیش بندی، اطلاعاتی نگرانی، فوری ردِ عمل، قیادت و کمان، دعوتی و سفارتی رابطے اور عسکری کارروائی کے اخلاقی و معاہداتی ضوابط کے عناصر نمایاں رہے۔

تحقیق کا ایک اہم نتیجہ یہ بھی ہے کہ ریاستِ مدینہ کا دفاعی نظام محض قوت کے استعمال پر قائم نہیں تھا، بلکہ معلومات، منصوبہ بندی، قیادت، رابطے اور ضابطۂ عمل اس کے لازمی اجزا تھے۔ سرایا کے ذریعے مرکزی قیادت مختلف علاقوں کے حالات سے باخبر رہتی، ضرورت کے مطابق محدود دستے روانہ کرتی اور انہیں متعین ذمہ داریوں کے ساتھ مرکز سے مربوط رکھتی تھی۔ اس طرح سرایا نے ریاستِ مدینہ کے دفاعی نظام کو عملی سطح پر مؤثر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

لہٰذا سرایا کا مطالعہ محض عسکری تاریخ کے ایک باب تک محدود نہیں، بلکہ ریاستی نظام، دفاعی منصوبہ بندی، قیادت، اطلاعات اور اخلاقی ضوابط کے باہمی تعلق کو سمجھنے کا ایک اہم علمی ذریعہ ہے۔ یہی پہلو اس تحقیق کی بنیادی علمی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

مصادر و مراجع

- القرآن الکریم۔
- خان، احمد رضا۔ کنز الایمان، ترجمۂ قرآن مجید۔ لاہور: حماد کمپنی، 2021ء۔
- ابن اثیر، ابو السعادات المبارک بن محمد۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1413ھ۔
- ابن اثیر، ابو السعادات المبارک بن محمد۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1413ھ۔
- ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1971ء۔
- ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1960ء۔

- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر الدمشقی۔ البدایۃ والنہایۃ۔ بیروت: مکتبۃ المعارف، 1410ھ/1990ء۔
- ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر الدمشقی۔ البدایۃ والنہایۃ۔ تحقیق: عبد اللہ بن عبد المحسن۔ ترکی: دار ہجر، طبع اول، 1417ھ۔
- ابن منظور الِافریقی، محمد بن مکرم بن علی بن احمد۔ لسان العرب۔ بیروت: دار صادر، 1410ھ۔
- ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ 1422ھ۔
- البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار القلم، 1401ھ۔
- بلیاوی، عبد الحفیظ ابو الفضل۔ مصباح اللغات۔ لاہور: الفلاح پبلشرز، جولائی 1999ء۔
- الثعالبی، ابو منصور عبد الملک بن محمد بن اسماعیل۔ فقہ اللغۃ وسر العربیۃ۔ بیروت: مکتبۃ إحیاء التراث العربی، الطبعۃ الاولی، 1422ھ/2002ء۔
- الحلبی، علی بن برہان الدین۔ إنسان العیون فی سیرۃ الأمین المأمون، المعروف بالسیرۃ الحلبیۃ۔ مصر: مطبعۃ الأزہر، الطبعۃ الثالثۃ، 1351ھ/1932ء۔
- الزرقانی، محمد بن عبد الباقی۔ شرح المواہب اللدنیۃ۔ لاہور: فرید بک اسٹال، 2004ء۔
- عزیزی، ابو الفتح۔ مفتاح اللغات۔ کراچی: محمد سعید اینڈ سنز، 2007ء۔
- الفیروزآبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب۔ القاموس المحیط۔ بیروت: دار الکتب العربی، 2011ء۔
- المسعودی، ابو الحسن علی بن الحسین۔ التنبیہ والِاشراف۔ مصر: دار الکتب العلمیۃ 1938ء/1957ھ۔
- وحید الزمان، علامہ۔ لغات الحدیث۔ کراچی: میر محمد کتب خانہ، مرکز علم و ادب، 2015ء۔